

تاثرات

”مرکز ملت“ اور اسلامی فرقتے: ایک اہم سوال
چند روز ہوتے ”طلوع اسلام“ کا ایک پرچہ نظر سے گذرا۔ اس میں پرویز صاحب نے اپنے
دینی افکار و خیالات کے بارے میں بیان صفا فی دیتے ہوئے بعض ایسی باتیں ارشاد فرمائی
ہیں، جو غور و فکر کی مستحق ہیں۔

پرویز صاحب کو موجودہ اسلامی فرقوں کے وجود پر اعتراض ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد گرامی میں نہ کوئی سنی تھا، نہ شیعہ، نہ حنفی، نہ مالکی، نہ شافعی، نہ حنبلی،
سب مسلمان تھے، بعد میں یہ فرقتے پیدا ہوئے۔ ان فرقوں نے شرع و آئین کی نئی تعبیریں کیں اور
انہیں جبر و مذہب بنا لیا۔ لوگ اسلامی خدمت، اسلامی نظام، اسلامی دستور کا نام دیتے ہیں، مگر یہ
فراہموش کر دیتے ہیں کہ اتنے فرقوں کی موجودگی میں اسلامی حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟
اسلامی نظام کیونکر استوار ہو سکتا ہے؟ اسلامی دستور کی تدوین کس طرح ممکن ہے؟ لہذا اگر
اسلامی دستور بنانا اور اسلامی حکومت قائم کرنا ہے تو ان فرقوں کو ختم کرنا پڑے گا۔ اور یہ
”مرکز ملت“ کا کام ہوگا کہ وہ انہیں ختم کر کے اسی حالت پر لے آئے جو عہد رسالت باسعادت
میں تھی، یعنی صرف مسلمان!

پرویز صاحب کا یہ خیال بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے اور بہ ظاہر اس کی اصابت شک و شبہ
سے بالانظر آتی ہے لیکن اگر علمی سطح پر اس کا جائزہ لیا جائے اور تاریخ کی روشنی میں اس کے مضمرات
پر غور کیا جائے اور عمل متواتر کے پیمانے سے اسے ناپا جائے تو اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ

نہیں کہ تکلف برطرف ہے ایک اندازِ جنوں یہ بھی۔“

اسلامی معاملات و مسائل کی ہم بہ آسانی تین قسمیں قرار دے سکتے ہیں :

۱۔ اعتقادات — یعنی وہ مسائل جو اعتقادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ دیگر جن کا تعلق صرف ذہن و دماغ سے ہے عمل سے نہیں۔ ان مسائل میں ”مرکز ملت“ کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا انہی قانون سے بنتا ہے، جو ہمارے جیسے ہیں، انہی آنکھوں سے دیکھتا ہے جو ہماری جیسی ہیں۔ یا کسی شخص کا خیال ہے کہ خدایک سماعت و بصارت ایک باورِ چیز ہے جو انسانی سمع و بصر سے نہ مشابہت رکھتی ہے نہ مشابہت، تو نہ جلاوکی تواری کسی کو اس خیال سے روک سکتی ہے نہ سخن و زبناں کی عقوبت۔

۲۔ عبادات — عبادات کا تعلق فکر و خیال سے نہیں، عمل سے ہے اور عمل بھی خفیہ نہیں علانیہ۔ ایک اسلامی حکومت میں نماز یا جماعت سے مفر نہیں۔ اب کوئی شخص رفع یدین کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا، کوئی آمین بالجہر کہتا ہے اور کوئی نہیں کہتا۔ کوئی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے کوئی ہاتھ باندھ کر کوئی ہاتھ باندھتا ہے تو سینہ کے اوپر، اور کوئی باندھتا ہے مگر سینہ سے نیچے، کوئی تشہد میں انگشت شہادت کو حرکت دیتا ہے اور کوئی نہیں دیتا، کوئی سجدہ سہو ایک سلام پھیر کر کرتا ہے اور کوئی سلام کے بغیر سجدہ سہو کر لیتا ہے یہ اور اسی طرح کے دوسرے مسائل ایسے ہیں جو حلت و حرمت کی ذیل میں نہیں آتے۔ ان میں اختلاف جو کچھ ہے وہ انصافیت میں ہے۔ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے والا اگر باندھ کر پڑھے اور باندھ کر پڑھنے والا اگر کھول کر پڑھے تو نماز بہر حال صحیح ہوگی۔ البتہ اگر ایسا نہ کرتا اور ویسا کرتا تو زیادہ بہتر تھا !

لہذا اس معاملہ میں ”مرکز ملت“ کو مداخلت کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک شخص انشراحِ قلب کے ساتھ دلائل و اسناد کی موجودگی میں جو رویہ بھی اختیار کرتا ہے وہ ”مرکز ملت“ کے لئے قابل اعتراض نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ یہ اختلاف ایسا ہے جو صرف رسول اللہ کے بعد ہی ہو سکتا تھا، آپ

کی زندگی میں ممکن نہ تھا کیونکہ اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ آپ کا آخری فعل کونسا تھا؟ کوئی فرقہ یہ نہیں کہتا کہ آپ نے امین بالجہر نہیں کہی یا منع بدین نہیں فرمایا۔ سب ملتے ہیں کہ ایسا کیا اختلاف جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا اس باب میں بالعموم آخری عمل کیا تھا؟ اس تحقیق میں جو جس نتیجہ پر پہنچا اس پر عمل کرنے لگا۔ اگر مرکز ملت عجم لوگوں کو ایک طریقہ پر مجبور کر دے تو محتاط اور متقی لوگ تفرقہ سے بچنے کے لئے مرکز ملت کے حکم پر عمل کریں گے۔ اور اگر میں دوبارہ نماز اپنے طریقہ پر پڑھیں گے جیسا کہ صحابہ کرام تک بنو امیہ کے عہد میں ایسا کرتے پر مجبور ہو گئے تھے۔

(۳) معاملات — اب معاملات پر آئیے اور میں اس میں تعزیر و عقوبت کو بھی بحث مختصر

کرنے کے لئے شامل کئے لیتا ہوں۔

اس طرح کے مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) منصوص، (۲) غیر منصوص۔

منصوص سے مراد وہ مسائل ہیں جو قرآن کریم میں بالفاظ واضح موجود ہیں، مثلاً چور کے لئے قطعید، زانی کے لئے سزائے تازیانہ، پاکباز خواتین پر نہت لگانے کے لئے کورٹوں کی حد، مرد کے لئے طلاق کا اور عورت کے لئے خلع (اور تفریض) کا حق، نماز، روزہ، حج، زکات، وغیرہ کی ذمیت، میت کے مٹا کا حصہ، رسدی، وصیت، بیع، عقود (وغیرہ وغیرہ) ان میں کسی فرقے کے مابین کوئی اختلاف نہیں اور سب مانتے ہیں اور سب کی گردن قرآن کے آگے جھکی ہوئی ہے۔

غیر منصوص سے مراد وہ مسائل ہیں جو حدیث پر مبنی ہیں۔ مثلاً زانی کے لئے سزائے رجم یا اجتہاد پر مبنی ہیں۔ مثلاً مجلسی احمدہ میں تین طلاقوں کا نفاذ یا تخط سالی میں قطعید کی سزا کا اعتوا حسب فرمان حضرت عمرؓ، اختلاف جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ فرقوں کی تفسیل بھی یہیں سے ہوتی ہے اور اس کو پر دیز صاحب مٹانا چاہتے ہیں۔

لیکن کیا یہ اقدام اسلام کی روح سے مطابقت رکھتا ہے؟

میرا جواب انکار میں ہے۔

اسلام کے بنیادی اور اصولی احکام منصوص ہیں۔ ان منصوص احکام کی روشنی میں استنباط، تخریج

تفریح، ترویج، قیاس، استحسان، ذرائع، مصالح، عرف وغیرہ سے مجتہد کام لینے پر مجبور ہے اور چونکہ اجتہاد غیر منصوص ہوتا ہے لہذا اس میں اختلاف بھی ناگزیر ہے، بلکہ منصوص احکام کی تفریعات و تخریجات اور استنباط میں بھی اختلاف ممکن ہے اور یہ عین تقاضائے فطرت ہے۔ یہ نہ اسلام کے خلاف ہے نہ روح اسلام کے خلاف بلکہ اگر تعلق سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خود رسول اللہ نے اس کی اجازت دی ہے مثلاً:

آپ نے معاذؓ کو یمن بھیجا اور وقت دداع سوال کیا۔

اگر کوئی حکم قرآن میں نہ ملا تو کیا کرے۔

معاذؓ نے جواب دیا: سنت رسول اللہؐ میں تلاش کروں گا!

آپؐ نے دریافت فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملا تو؟

معاذؓ نے کہا: پھر میں اجتہاد کروں گا!

آپؐ نے معاذؓ کے اس جواب کو پسند فرمایا۔

اب زنادیر کے لئے فرم فرمائیے معاذ کی طرح کوئی دوسرے صحابی کسی دوسرے شہر میں بھیجے جلتے ان سے بھی یہی سوال کیا جاتا، اور یقیناً وہ بھی یہی جواب دیتے۔ گویا اجتہاد کا حق انہیں بھی حاصل ہوتا اب سوال یہ ہے کہ آیا تمام مجتہدین کا اجتہاد یکساں ہو سکتا ہے؟ کسی مسئلہ میں جو اجتہاد معاذؓ کرتے وہی اجتہاد دوسرے اجتہاد بھی کرتا؟ جواب ظاہر ہے نفی میں ہے بلکہ اجتہاد دونوں کا صحیح اجازت اور نائذ ہوتا، کیا ہمیں سے فرقہ کی بنیاد نہیں پڑتی؟

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر منصوص معاملات و مسائل میں اجتہاد جائز ہے اور جو جس مجتہد پر اعتماد کرتا ہو اس پر عمل کرنے میں زنادیر ہے؟ مگر کفایت کو کیا حق ہے کہ وہ ایک اجتہاد کو جائز قرار دے اور دوسرے مجتہدات کو باطل قرار دے؟ وہ صرف یہ کر سکتا ہے کہ کسی اجتہاد کو اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہونے دے۔

امام مالک کی ساری ترمذی مدینہ میں گذری وہ امام دارالہجرتا نے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک